تجاویز در باب انتظاماتِ حج

[یہ وہ تجاویز ہیں جو رابطہ عالم اسلامی کی مجلس تاسیسی کے حالیہ اجلاس میں مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی نے پیش کی تھیں۔ ان تجاویز کو مجلس نے سعودی حکومت کی وزارت حج اور دوسرے متعلقہ اداروں کے غور و خوض کے لیے بھیج دیا ہے۔ خ ح]

(۱) حرم سے متصل جو سڑکیں واقع ہیں ان پر نمازوں کے اوقات میں ہارن بجانے کی ممانعت کر دی جائے۔

(۲) حرم میں عورتوں کے لیے مختلف اطراف میں جگہیں مخصوص کر دی جائیں اور اُن کے آنے جانے کے لیے دروازے بھی مخصوص کر دیے جائیں۔

(۳) حجر اسود کے بوسے کے لیے رکن یمانی سے ملتزم تک کٹہرہ لگا دیا جائے جس کے اندر بیک وقت ایک آدمی سے زیادہ داخل نہ ہو سکے۔ رکن یمانی کی طرف سے لوگ داخل ہوں اور ملتزم کے پاس نکلیں۔ دونوں طرف پہرہ دار مقرر کر دیے جائیں جو باقاعدگی کے ساتھ لوگوں کو داخل کریں اور نکالیں۔ خروج کے راستے سے کسی کو داخل نہ ہونے دیا جائے اور بوسہ دینے والوں کو زیادہ دیر تک حجر اسود کے ساتھ لپٹا نہ رہنے دیا جائے۔

(۴) مطاف کے گرد بھی کٹہرہ لگا دیا جائے اور ایک دروازہ داخلہ کے لیے اور ایک باہر نکلنے کے لیے رکھا جائے۔ ہر دس یا پندرہ منٹ کے بعد پانچ سو یا ایک ہزار (جیسی بھی مطاف کی وسعت اجازت دے) آدمیوں کو طواف کے لیے داخل کیا جاتا رہے۔ ہر تین یا چار گھنٹے کے بعد ایک گھنٹہ عورتوں کے طواف کے لیے مخصوص کر دیا جائے۔

(۵) مقام ابراہیم کے متعلق تمام شرعی احکام کو نگاہ میں رکھتے ہوئے میری رائے یہ ہے کہ اس جگہ ایک بالائی منزل زمین سے ۱۲ فٹ بلند بنا دی جائے اور مقام ابراہیم پر جو پتھر رکھا ہوا ہے اسے

اوپر کی منزل میں ٹھیک اُسی جہت پر اور کعبہ سے اسی فاصلے پر جس پر وہ اب ہے نصب کر دیا جائے۔ نیز بالائی منزل ہی میں اتنی جگہ رکھ دی جائے کہ طواف سے فارغ ہونے والے لوگ بہ سہولت نماز پڑھ سکیں۔ نیچے کا حصہ مطاف میں شامل کر دیا جائے اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اگر آئندہ مطاف کی مزید توسیع کرنی پڑے تو مقام ابراہیم کو ہٹانے کا سوال بار بار نہ چھڑیگا۔[1]

(۶) رمی جمار کے لیے جمرات کے قریب پانچ یا سات کٹہرے علی الترتیب بنا دیے جائیں اور پیچھے کا ہر کٹہرہ آگے والے کٹہرے سے کچھ اونچا رکھا جائے۔ ان میں داخل ہونے کے لیے ایک راستہ اور خارج ہونے کے لیے دوسرا رکھ دیا جائے۔ دونوں طرف سپاہی کھڑے کر دیے جائیں جو ایک طرف سے لوگوں کو داخل کریں اور خروج کے راستہ سے کسی کو داخل نہ ہونے دیں۔[2]

(۷) منیٰ میں بڑی بڑی پختہ بیرکیں بنا دی جائیں جن میں لوگوں کے قیام کے لیے کافی جگہ ہو۔ نیز جو لوگ اہل و عیال کے ساتھ ٹھیرنے والے ہوں ان کے لیے ایسی جگہیں بیرکوں میں رکھ دی جائیں جہاں وہ پردے ڈال کر رہ سکیں۔ ہر بیرک کے ساتھ کافی غسل خانے اور پاخانے بنا دیے جائیں۔ ان بیرکوں کی تعمیر کا خرچ حکومت سعودیہ پر نہ پڑنا چاہیے۔ مختلف مسلمان ملکوں کی حکومتیں اپنے اپنے حاجیوں کی اوسط تعداد کے مطابق اپنے خرچ پر یہ بیرکیں بنوا دیں اور انہیں وقف فی سبیل اللہ کر دیں۔ ان کی مرمت کا خرچ بھی انہی حکومتوں کے ذمہ رہے۔ اور ان کے سفارت خانے اپنے عملے کے ذریعہ سے ان کا انتظام سنبھال لیں۔ جن ممالک میں مسلمانوں کی بڑی آبادیاں ہیں

---

[1] واضح رہے کہ اس وقت مقام ابراہیم پر پہنچ کر طواف کرنے والوں کا ہجوم جگہ کی تنگی کے باعث اتنا زیادہ ہو جاتا ہے کہ بعض اوقات جانیں تک ضائع ہو جاتی ہیں۔ اس بنا پر یہ مسئلہ چھڑا ہوا ہے کہ مقام ابراہیم کو آیا اس کی جگہ سے ہٹایا جا سکتا ہے یا نہیں۔

[2] منیٰ میں جس مقام پر کنکریاں ماری جاتی ہیں وہاں بھی لوگوں کے شدید ازدحام کے باعث اکثر حادثات ہوتے رہتے ہیں۔ یہ تجویز حادثات کی روک تھام کے لیے پیش کی گئی ہے۔

مگر حکومت غیر مسلم ہے وہاں کے لوگوں سے اگر اپیل کی جائے تو وہ اپنے چندوں سے اپنے لیے بیرکیں بنوالیں گے۔ قلیل آبادیوں والے ملکوں سے جو تھوڑے حاجی آتے ہیں ان کو آسانی کہیں نہ کہیں جگہ دی جا سکتی ہے۔

ان بیرکوں میں ٹھیرنے کی کوئی فیس نہ ہونی چاہیے۔

معلمین کو صرف حاجیوں کے نقل و حمل کا انتظام کرنا چاہیے۔

ہر بیرک کے ساتھ کوڑا کرکٹ پھینکنے کے لیے پیپے رکھ دیے جائیں اور ان کو وقتاً فوقتاً صاف کیا جاتا رہے۔

(۸) زمزم کو اوپر سے پاٹ دیا جائے اور اس کی موجودہ جگہ مطاف میں شامل کر دی جائے۔ زمزم کا پانی مشین کے ذریعہ سے کھینچ کر ایک ٹنکی میں جمع کیا جاتا رہے اور حرم کے اندر ایک بڑے احاطے میں بکثرت نل لگا دیے جائیں جن سے ہر شخص پانی لے سکے۔ زمزم کا پانی تقسیم کرنے کی جو قیمت اب لی جاتی ہے یہ بہت ہی بدنما چیز ہے۔ اس کو بند کرنے سے متعلقہ لوگوں کو جو نقصان بھی ہو اس کی تلافی کے لیے حاجیوں سے رضاکارانہ چندے لیے جا سکتے ہیں۔ دولت مند حاجی اس غرض کے لیے اتنے چندے دے دیں گے جو شاید ان لوگوں کی موجودہ آمدنی سے بھی زیادہ ہوں گے۔ لیکن یہ طریقہ بہرحال بند ہونا چاہیے کہ ایک شخص کو جب تک وہ روپیہ نہ دے زمزم کا پانی نہیں ملتا۔

(۹) معلمین اور ان کے زیارت کرانے والے عملے کی تعلیم کا انتظام ہونا چاہیے جس میں ان کو نہ صرف حج کے شرعی مسائل اچھی طرح بتائے جائیں، بلکہ ساتھ ساتھ انہیں ایسی اخلاقی تربیت بھی دی جائے جس سے وہ اللہ کے مہمانوں کے ساتھ شایانِ شان برتاؤ کرنے کے قابل ہو سکیں۔ بحالتِ موجودہ صورت حال یہ ہے کہ حج حاجیوں کے لیے تو عبادت ہے مگر ان لوگوں کے لیے وہ صرف تجارت ہے، اور حاجیوں کے ساتھ ان کا سلوک ایسا ہے جس کا عام حاجیوں پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔

(۱۰) مختلف ملکوں کے حاجیوں کے لیے معلمین کے گروپ بنا دیے جائیں جن میں ہر ملک سے آنے والے

حاجیوں کی تعداد کے لحاظ سے پانچ پانچ سات سات، یا اس سے کچھ کم و بیش معلم شامل ہوں۔ ان معلمین کے عملے کو اس ملک کی زبان سکھائی جائے جس کے لیے وہ مخصوص کیے گئے ہوں۔

(۱۱) وزارتِ حج کے تحت چند افسر اس غرض کے لیے مقرر ہونے چاہئیں جو معلمین کے طریقوں کی نگرانی کریں اور کسی معلّم کے طرزِ عمل سے اگر حاجیوں کو شکایت پیدا ہو تو اس کی اصلاح بروقت کر دیں۔

(۱۲) زمانۂ حج میں مختلف ملکوں سے آنے والے علماء کے لیے ایسے انتظامات کیے جائیں کہ وہ اپنے اپنے ملک کی زبانوں میں اپنے ملک کے حاجیوں کو نہ صرف وعظ و تلقین کریں، بلکہ حج کے متعلق ضروری شرعی مسائل بھی بتاتے جائیں۔

(۱۳) منیٰ میں مختلف مقامات پر آٹھ یا دس قربان گاہیں بنا دی جائیں اور لوگوں کو اپنے اپنے ٹھکانوں اور سڑکوں پر قربانی کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ ان قربان گاہوں کو دو حصّوں میں تقسیم کیا جائے۔ ایک حصّہ میں جانور ذبح کیے جائیں اور دوسرے حصّہ میں جانوروں کی خرید و فروخت ہو۔ آج کل منیٰ میں جو بدنظمی نظر آ رہی ہے اور جگہ جگہ قربانی کے جانور پڑے نظر آتے ہیں اُس کی وجہ یہ ہے کہ لاکھوں حاجیوں کے لیے صرف ایک ہی قربان گاہ ہے اور اس میں بھی جانور فروخت کرنے اور ان کو ذبح کرنے کی جگہیں الگ الگ نہیں ہیں۔

(۱۴) قربانی کا گوشت جس طرح سے ضائع ہو رہا ہے دنیا بھر کے مسلمانوں کو اس سے تشویش لاحق ہے اور اسلام کے مخالفین کو اس کی آڑ میں اسلامی روایات کی تضحیک کرنے کا موقع مل رہا ہے۔ اس لیے میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ منیٰ میں ہر قربان گاہ کے ساتھ ایک ایک کولڈ سٹوریج قائم کیا جائے۔ جانوروں کو ذبح کر کے ان کی کھال اتارنے کے باقاعدہ انتظامات کیے جائیں۔ تمام گوشت کولڈ سٹوریج میں محفوظ کر لیا جائے۔ ایامِ منیٰ میں ہر شخص کو حق ہو کہ جتنا گوشت چاہے کولڈ سٹوریج سے حاصل کر لے۔ باقی جتنا گوشت بچ رہے اُسے ڈبوں میں بند کر کے فروخت کر دیا جائے۔ نیز کھالیں بھی فروخت کی جائیں اور ان سے جس قدر آمدنی ہو اسے غریب حجاج کی

مدد اور فلاح و بہبود کے لیے استعمال کیا جائے۔[1] اس مقصد کے لیے ہم پاکستان سے ماہرین بھیجنے کے لیے تیار ہیں۔ پاکستان میں مجھ سے متعدد ماہرین نے اس موضوع پر گفتگو کی ہے اور اپنی خدمات پیش کی ہیں۔ ان کے مشورے سے ایسی اسکیم بنائی جا سکتی ہے جس سے قربانی کے جانوروں کے گوشت، کھال، خون، ہڈی اور آنتوں کو ضائع ہونے سے بچایا جا سکتا ہے۔

---

[1] یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ قربانی کے گوشت اور کھال کو فروخت کرنا اس شخص کے لیے ممنوع ہے جس نے قربانی کی ہو، اور اگر وہ فروخت کرے تو اسے لازم ہے کہ اس روپے کو صدقہ کر دے۔ لیکن اگر صورت حال یہ ہو کہ قربانی کرنے والے اپنا ذبح کیا ہوا جانور یونہی چھوڑ جاتے ہوں، یا اس میں سے کچھ گوشت لے کر باقی گوشت ویسے ہی چھوڑ دیتے ہوں اور اس کا اچھا خاصا حصہ ضائع ہو جاتا ہو، اور حکومت اس کو ضیاع سے بچانے کے لیے کوئی انتظام کرے، تو اس کو حق پہنچتا ہے کہ اس انتظام کے مصارف اسی گوشت اور کھالوں سے وصول کرے۔ ظاہر ہے کہ جب زکوٰۃ میں سے عاملین علیہا کے مصارف لینے کا حکومت کو حق ہے تو قربانیوں کے گوشت اور کھالوں سے وہ مصارف لینے کا اسے کیوں حق نہ ہو جو ان کو ضیاع سے بچانے کا انتظام کرنے میں اسے برداشت کرنے ہوں گے۔ ان مصارف سے زائد اگر کوئی آمدنی حاصل ہو تو اس سے غریب حجاج کی مدد مختلف طریقوں پر کی جا سکتی ہے۔

ایک ضروری تصحیح

"ترجمان" کے گزشتہ شمارے میں "تعددِ ازواج" کے زیرِ عنوان رسائل و مسائل کے حصے میں شائع شدہ جواب مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی تحریر تھا۔ افسوس ہے کہ فہرست مضامین میں غلطی سے اس عنوان کے سامنے ملک غلام علی کا نام درج کر دیا گیا ہے۔ ناظرین براہِ کرم تصحیح فرمالیں۔